

تفسير احمد

سُورَةُ الْاِخْلَاصِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الاخلاص» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة اخلاص

جزء (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی چار (۴) آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

سورہ اخلاص مکہ میں سورۃ الناس کے بعد نازل ہوئی، اس کے بہت سے نام ہیں، ان تمام ناموں میں سے "اخلاص" بہت مشہور ہے، کیونکہ یہ خالص توحید اور خدا کی ذات کی تنزیہ اور تقدیس کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور یہ سورہ خالص ترین توحیدی عقائد پر مشتمل ہے، یہ مبارک سورہ انسان کو شرک اور جہنم کی آگ سے نجات دیتی ہے، اسی لیے اسے توحید اور اخلاص کی سورت کہا جاتا ہے، اسی طرح اس سورت کا "اخلاص" کے نام سے شہرت پانا اس وجہ سے ہے کہ یہ مختصر نام اس سورت کے معانی کے ساتھ بہت مناسبت رکھتا ہے، کیونکہ یہ سورت لوگوں کو اللہ کی مخلصانہ عبادت کا معیار سکھاتی ہے۔

یوں کہنا چاہیے کہ الاخلاص صرف سورت کا نام نہیں، بلکہ اس سورت کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خالص توحید اور یکتا پرستی کی تعلیم ہے۔

قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں عموماً اس میں سے کسی ایک لفظ کو اس کا نام بنایا گیا ہے، لیکن اس سورت میں کہیں بھی لفظ "اخلاص" نہیں آیا، اور اس لفظ کو معنی کے لحاظ سے اس کا نام قرار دیا گیا ہے، کہ ہر شخص اس کو سمجھے اور اس پر ایمان لائے، اور شرک سے نجات پائے۔

سورہ اخلاص کے دیگر نام

سورہ اخلاص کے دیگر نام یہ ہیں:

1 - سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اس عبارت سے سورہ شروع ہونے کی وجہ سے

اس نام سے جانی جاتی ہے، عام مسلمانوں کی زبان میں یہی نام استعمال ہوتا ہے۔

2 - "سورہ نجات" کیونکہ یہ سورت دنیا میں کفر سے اور آخرت میں آگ سے بچاتی ہے۔

3 - "سورہ ولایت" کیونکہ جو بھی اللہ کو وحدانیت سے پہچانتا ہے وہ اللہ کے ماننے والوں میں سے ہے، اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا ولی نہیں

بنا تا۔

4 - "سورہ تفرید" اور "سورہ تجرید" کیونکہ اس سورت میں خدا کی سلبی صفات کی طرف جو کہ جلال کی صفات ہیں اشارہ ہوا ہے۔

5 - "سورہ توحید" کیونکہ خدا کی وحدانیت کا ثبوت اس سورہ میں موجود ہے۔

6 - "سورہ معرفت" اس لیے کہ اس سورت میں ان صفات الہی کا تعارف ہے کہ اللہ کی پہچان ان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

7 - "سورہ صمد" اس لفظ کے اس سورت کی دوسری آیت میں موجود ہونے کی وجہ سے جو خدا کے اسماء و صفات میں سے ہے، اس سورت نے اس نام سے شہرت پائی، خدا کی یہ صفت اس سورت کے علاوہ قرآن میں کہیں بھی نہیں آئی۔

8 - "سورہ اساس" اس سورت میں توحید الہی کی مکمل شمولیت اور اسے احاطہ کرنے کی وجہ سے جو دین کی بنیاد ہے، اور عقیدے کے ارکان اور عیسائیوں کی تثلیث، یہود اور مشرکوں کی باتوں کا رد ہے، جو اللہ کے ساتھ بتوں اور لوگوں سے مدد مانگتے ہیں، اور اولاد اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس سورت کا مشہور ترین نام وہی "اخلاص" ہے، کیونکہ ایک طرف تو یہ سورت اللہ کے خالص توحید کے بارے میں ہے، اور دوسری طرف یہ بندے کو شرک یا جہنم کی آگ سے نجات دلاتی ہے۔

اور یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان کی جائے کہ: توحید کفر اور ایمان کے درمیان حد ہے، اور ایمان کے عظیم قلعے میں داخل ہونا توحید کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا پہلا پیغام کلمہ توحید تھا: "قولوا لا اله الا الله تفلحو" توحید کا شعار: "لا اله الا الله" تین حروف (الف، لام اور ہا) پر مشتمل ہے، یہ ایک ایسا ذکر ہے جس کے کرنے پر ہونٹ بھی نہیں ہلتے۔

محترم قارئین:

سورہ اخلاص جیسا کہ ہم نے کہا، بنیادی طور پر یہ سورت چار آیات پر مشتمل ہے، اور اس میں ایجاز اور اعجاز کا کمال ہے، اور اللہ کی صفات جلال اور کمال کو بیان کرتی ہے، اور ان کی وضاحت کرتی ہے، اسے نقص اور عیب کی صفات سے پاک قرار دیتی ہے، پہلی آیت خدا کی وحدانیت کو ثابت کرتی ہے، اور کثرت و تعدد کی نفی کرتی ہے، وہ کہتی ہے: "قُلْ هُوَ"

اللَّهُ أَحَدٌ" اور دوسری آیت اللہ کے کمال اور قدرت کی تصدیق کرتی ہے، اور اس سے ناکامی اور بے بسی کی نفی کرتی ہے، "اللَّهُ الصَّمدُ" اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے ازلی وجود اور بقاء کے ساتھ ساتھ اس سے اولاد اور نسل کی بھی نفی کرتی ہے، "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ" اور چوتھی آیت نے اس کی عظمت و جلال کو ثابت کیا ہے، اور اس کے ساتھ امثال، شریک اور نظیر کی نفی کی ہے، "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" پس یہ بات واضح ہے کہ یہ سورت خدا کے کمال اور جلال کی صفات کو ثابت کرتی ہے، اور بہترین انداز میں اسے عیوب اور نقائص سے پاک قرار دیتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" پڑھی وہ ایسا ہے جیسا کہ ایک تہائی قرآن پڑھا (امام احمد اور نسائی نے اسے ابی بن کعب سے مرفوعاً روایت کیا ہے) علماء نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے: چونکہ یہ سورہ علم و معرفت پر مشتمل ہے، اور علوم قرآن کی تین قسمیں ہیں: توحید، احکام اور قصص۔

چونکہ سورت توحید پر مشتمل ہے، اس لحاظ سے قرآن کا ایک تہائی ہے، اور کہتے ہیں کہ: یعنی قرآن کے تیسرے حصے کا ثواب ہے، جو اسے پڑھے گا اسے تہائی قرآن کا ثواب ملے گا۔

مفسر قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سورت میں رب تعالیٰ کے ناموں میں سے دو نام ایسے ہیں، جو قرآن کی کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں ہیں، اور وہ دو نام یہ ہیں: "احد" اور "صمد"۔

سورہ اخلاص کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد:

"سورہ اخلاص" مکی سورتوں میں سے ایک ہے، اور اس میں ایک (۱) رکوع، چار (۴) آیات، سترہ (۱۷) الفاظ، انچاس (۴۹) حروف اور دس نقطے ہیں۔

(قرآن کریم کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ اخلاص کا سورہ مسد کے ساتھ ربط و تعلق

چونکہ خدا تعالیٰ نے سورہ مسد (اللمب) میں اہل توحید کے دشمنوں کی مذمت فرمائی ہے، جبکہ سورہ اخلاص میں توحید بیان کی۔

سورہ اخلاص کا خلاصہ

اس مبارک سورہ کے نزول کے بارے میں جو روایات بیان کی گئی ہیں ان

پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ خدا اور دین کے بارے میں کس قسم کے عقائد اور نظریات رکھتے تھے۔

مشرک بت پرست لکڑی، پتھر، سونے، چاندی اور دیگر مختلف چیزوں سے بنے خداؤں کی عبادت کرتے تھے، جن کی شکل و صورت اور جسم تھا، ان میں نر اور مادہ خداؤں کی ایک نسل تھی، ان کے عقیدے کے مطابق تمام مرد خداؤں کی بیویاں تھیں، اور تمام خواتین خداؤں کے مرد شوہر تھے، اسی طرح سے اس خرافی عقیدے کے مطابق ان خداؤں کو کھانے پینے کی ضرورت بھی تھی، جو ان کے پرستار انہیں فراہم کرتے تھے، مشرکین کے بیشتر کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا ایک انسان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، ان کے پاس جو بت تھے وہ ان کے خیال میں خدا کے مظہر تھے، اگرچہ عیسائیوں نے توحید پرست ہونے کا دعویٰ کیا تھا، لیکن ان کے خدا کا کم از کم ایک بیٹا تھا، اور روح القدس کو بھی باپ اور بیٹے کی خدائی میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل تھا، ان کے خیال میں حتیٰ کہ خدا کی ماں اور ساس بھی تھی، یہودیوں کا بھی دعویٰ تھا کہ وہ صرف ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں، لیکن ان کا خدا مادیت اور انسانی خصوصیات سے خالی نہیں تھا، وہ چلتا تھا، انسانی شکل میں نمودار ہوتا تھا، اپنے بندوں میں سے ایک کے ساتھ کشتی لڑتا تھا، اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام عزیز تھا۔

اس کے علاوہ مجوسیوں کا مذہبی گروہ آگ کا پرستار تھا، جبکہ صابی ستارہ پرست تھے، ایسے میں جب لوگوں کو ایک ہی خدا کی عبادت اور بندگی کے لیے بلایا گیا جس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو ان کے ذہنوں میں سوالات پیدا ہوئے، کہ ان خداؤں کو چھوڑ کر صرف اس کی عبادت کرو، یہ کیسا خدا ہے؟ ان سوالات کا پیدا ہونا ایک فطری اور لازمی امر تھا، یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ جس نے ان تمام سوالوں کے جوابات چند الفاظ میں دئیے، خدا کے وجود کا اتنا واضح تصور پیش کیا کہ تمام مشرکانہ تصورات کو جڑ سے اکھاڑ دیا، اور انسانی صفات میں سے کسی صفت کا خدا کی ذات سے آلودہ ہونے کا امکان باقی نہیں چھوڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اس سورہ کے اعجاز اور اس کے خوبصورت الفاظ پر توجہ دیں تو ہمیں بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس سورت کے چار مختصر اور خوبصورت آیات میں توحید اور توحید کے بنیادی اصولوں کا اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس کی تمام وسیع جہتیں گہرائی تک شامل ہے۔ توحید میں اخلاص، خوبصورتی، زیب و زینت، آرائش اور معبودوں کی پرستش ہر قسم کے شرک سے اس کی وضاحت کرتی ہے۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ اللہ پر ایمان اور اس پر یقین کو مختصر ترین اور

خوبصورت الفاظ میں بیان کرے اور توحید کے تمام گہرے اور قطعی جہتوں کا چند مختصر اور واضح جملوں میں اظہار کرے، تو اسے چاہیے کہ اس سورت کی تلاوت کرے، اس سورت میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ توحید اور توحید کی وضاحت کے لیے مختص ہے۔

قرآن کریم میں جو بھی مضامین اس موضوع کے بارے میں بیان کیے گئے ہیں، اس سورت کے مختصر الفاظ اور آیات میں اسے مکمل سمویا گیا ہے۔

مجموعی طور پر سورہ اخلاص کا مواد خدا کی پانچ صفات پر مرکوز ہے:

(۱) خدا تعالیٰ ایک ہی ہے، (۲) صمد ہے، (۳) نہ کسی سے پیدا ہوا (۴) اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا، (۵) نہ اس کا کوئی برابر یا شریک ہے، یعنی: خدا معبودوں میں سے ایک نہیں، بلکہ اکیلا معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ صمد ہے نیاز اور خود کفیل ہے، وہ کسی بھی چیز میں کسی دوسرے کا محتاج اور ضرورت مند نہیں ہے۔

کوئی بھی خیال جو عیب، کمی، خامی ضرورت اور کمزوری کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ غلط اور ناقص خیال ہے، اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کامل ہے، خدا خالق ہے اسے مخلوق سے تشبیہ مت دیں، مخلوق کو اپنی نسل کی بقا کے لیے "جننے" کی ضرورت ہے، اگر نہیں جنتا تو فنا ہو جائے گا، مخلوق کو دوسرے نے پیدا کیا ہے، دوسرے سے جنتا گیا ہے، اس کے وجود کو ایک خالق کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس نقطہ نظر سے نہ سوچو کہ مخلوق نے تمہیں القا کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری سوچ اس معیار پر مبنی ہو جو مخلوق پر لاگو ہوتے ہیں، کسی سے جنتا اور کسی کو جنتا یہ مخلوق کی خصوصیات میں سے ہیں۔

مخلوق اپنی بقا کے لیے ان خصوصیات کے محتاج ہیں، اللہ محتاج نہیں ہے، یہ بھی ایک صحیح تصور ہے اللہ کے بارے میں۔

سورہ اخلاص کا سبب نزول (شان نزول)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کے چند لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے ابو القاسم! خدائے بزرگ و برتر نے فرشتوں کو نور سے آدم کو بوسیدہ مٹی سے، شیطان کو آگ کے شعلے سے آسمان کو دھوئیں سے، اور زمین کو پانی کی جھاگ سے بنایا، اب ہمیں بتاؤ تمہارا خدا کس چیز سے بنا

ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ جبرائیل تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد ﷺ ان سے کہو: "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝"، یعنی: کہو! اللہ ایک ہے، وہ خدا ہے جس کو تمام ضرورت مند تلاش کرتے ہیں، وہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا، اور نہ کسی نے اسے جنا، اس کا کبھی کوئی مشابہ اور مثل نہیں ہے۔

عامر بن طفیل نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ تم ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی طرف، عامر نے کہا: بہت خوب! ہمیں اپنے اس خدا کی نوعیت بتاؤ کہ سونے سے بنا ہے، چاندی سے بنا ہے یا لوہے سے اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

ضحاک، قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں کہ بہت سے یہودی علماء رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور کہا: "اے محمد! اپنے رب کی نوعیت کے بارے میں ہمیں بتائیے ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں، بلند مرتبہ اعلیٰ رب نے اپنی صفات اور فطرت کو تورات میں نازل فرمایا ہے، آپ فرمائیے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے؟ کونسی جنس سے ہے؟ کیا وہ سونا یا پیتل یا سیسہ یا لوہے یا چاندی سے بنا ہے؟ اور وہ کیا چیز کھاتا پیتا ہے، اور اس نے کائنات کس سے وراثت میں لی ہے، اس کے بعد کون اس کا وارث بنے گا؟" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس میں سات پادری شامل تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے کہ: ہمیں بتائیے کہ آپ کا خدا کیسا ہے، اور کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا رب کسی چیز سے نہیں بنا ہے، وہ تمام اشیاء سے الگ ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی:

ان روایات کے مجموعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف لوگ رسول اللہ ﷺ سے رب کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں پوچھتے رہے ہیں جس کی عبادت اور بندگی کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے رہے، اور ہر مرتبہ اللہ کے حکم سے انہیں یہی سورت پڑھ کر سنائی سب سے پہلے مشرکین مکہ نے یہ سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا اور جواب میں ان پر وہی سورت نازل ہوئی، اس کے بعد مدینہ میں کبھی یہودیوں نے کبھی عیسائیوں نے اور کبھی دوسرے عربوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے سوالات کیے، اور ہر بار اس سورت کو ان کی سماعتوں تک پہنچانے کا رب العزت کی طرف سے اشارہ کیا گیا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ یہ سورت اصل میں مکی ہے، لیکن اس کے مواد کے بارے میں غور سے یہ محسوس ہوتا ہے یہ سورت مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، اس وقت جب اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں قرآن کریم میں تفصیلی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعوت خدا سن کر لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ کونسا خدا ہے اور کیسا ہے؟ یہ محمد لوگوں کو جس کی عبادت اور بندگی کی طرف بلاتا ہے، مکہ کے ابتدائی دور میں اس سورت کے نازل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب بلال کے آقا امیہ بن خلف نے بلال کو گرم ریت پر لٹایا اور ان کے سینے پر ایک بڑا پتھر رکھا تو بلالؓ احد، احد پکارتا تھا، یہ احد کا لفظ اسی سورت سے لیا گیا تھا۔

سورہ اخلاص کی فضیلت

سورہ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"، "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے! سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے" (رواہ البخاری)

1- جو بھی اس سورت کے مفاہیم پر ایمان لائے اور درست عقیدہ رکھے اور خدا کا جو تعارف اس میں ہے اس کا اقرار کرے، وہ ایک مخلص مؤمن بن جائے گا۔

2- سورہ اخلاص کے مندرجات پر ایمان دوزخ سے اہل توحید کی رہائی اور خلاصی کا سبب بنے گا۔

3- جو کوئی بھی اس سورت میں بیان کردہ اللہ کے اسماء و صفات کو سمجھے، اور ان کی حقیقتوں اور معانی پر ایمان لائے وہ ہر قسم کے نفاق اور گمراہی سے آزاد ہو جائے گا، اور نیت و عمل میں مخلص ہوگا۔

سورہ اخلاص تلاوت کرنے میں ایک تہائی قرآن کے برابر ثواب ہے۔ ابو سعید خدریؓ سے ایک حدیث مروی ہے:

"أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يَرِدُّهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" (بخاری: ۵۰۱۴)

"یعنی: ایک بندے نے سنا کہ ایک شخص سورہ اخلاص کی تلاوت کرتا اور دہراتا تھا، وہ اسے معمولی کام سمجھتا تھا، صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔"

اسی طرح ابو سعید خدریؓ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں: "قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَيْعِزُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، وَقَالُوا أَيْتَا يَطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ" (بخاری: ۵۰۱۵)

"نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ: کیا تم میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ قرآن کا ایک تہائی حصہ ایک رات میں پڑھا کرے؟ صحابہ کو یہ عمل بڑا مشکل معلوم ہوا، اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے، نبی ﷺ نے اس پر فرمایا کہ: "الواحد الصمد" (یعنی: قل ہو اللہ احد) قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ ہے۔"

اس لیے کہ پورا قرآن ان اصولوں کی وضاحت اور بیان ہے جو اس سورت میں مختصراً بیان کیے گئے ہیں، اور اس لیے بھی کہ شریعت کے عمومی اور کل اصول تین ہیں: توحید، حدود و احکام اور اعمال، یہ سورت اکیلے توحید اور حق تعالیٰ کی تقدیس کو بیان کرتی ہے۔

سورہ اخلاص کو دوسورتوں (ناس اور خلق) کے ساتھ ملا کر فجر اور مغرب اور سوتے وقت تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے، ابو داؤد عبد اللہ بن حبیب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہو: میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا کہوں؟ فرمایا: "قل هو الله أحد، والبعوذتین حین تسمی وحين تصبح ثلاث مرات تكفيك من كل شيء" ترجمہ: ہر صبح و شام تین مرتبہ سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھو، تمہارے لیے ہر چیز میں کافی ہوگا" (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

سورہ اخلاص کی فضیلت میں مذکور تمام احادیث

قال رسول الله ﷺ: "يا عقببة ألا أعلمك سوراً ما أنزلت في التوراة ولا في الزبور ولا في الإنجيل ولا في الفرقان مثلهن، لا يأتين عليك إلا قرأتهم فيها، قل هو الله أحد وقل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس". ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ سے رسول اللہ ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عقبہ، کیا میں تمہیں وہ سورتیں نہ سکھا دوں، جن کے مثل تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں نازل نہیں ہوئی ہیں، اور تمہاری کوئی رات ایسے نہ گذرے کہ تم ان کہ نہ پڑھو، وہ سورتیں: "قل هو الله أحد اور" قل

أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" (یہ روایت سلسلہ احادیث صحیحہ شمارہ: ۲۸۶۱) میں ہے۔

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ (رضی اللہ عنہما) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ» تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (سورہ اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے)۔

"عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم): «أَيَعِجْزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" (ابو داؤد)

ترجمہ: ابو درداء کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی رات کو ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: "سورہ اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے"۔

"وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللَّهَ جَزَأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ" ترجمہ: ایک اور روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور سورہ اخلاص قرآن کریم کے تین حصوں میں سے ایک ہے۔

"وَعَنْهُ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم): «احْشِدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ» فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فَقَرَأَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: إِنِّي أَرَى هَذَا خَبْرٌ جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَذَلِكَ الَّذِي أَدْخَلَهُ. ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ لَكُمْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ إِلَّا إِنَّمَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" ترجمہ: ابو

ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب اکٹھے ہو جاؤ، کیونکہ میں تم سب کو تہائی قرآن پڑھ کر سنانے والا ہوں، "چنانچہ آپ ﷺ کی اس پکار پر جو بھی پہنچ سکا جمع ہو گیا، پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے، سورہ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" پڑھی اور (حجرہ شریفہ میں) واپس چلے گئے، تو بعض صحابہ نے باہم سرگوشیاں کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ: میں عنقریب تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناؤں گا، میرا خیال یہ ہے کہ ایسا اس وجہ سے ہوا ہے کہ آسمان سے کوئی خبر (کوئی اطلاع) آگئی ہے، پھر نبی اکرم ﷺ کمرے سے باہر نکلے اور فرمایا: "میں نے کہا تھا میں

تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناؤں گا تو سن لو یہ سورت "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" تہائی قرآن کے برابر ہے۔"

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ: حضور ﷺ نے ایک آدمی کو فوجی دستے کے کمانڈر کے طور پر متعین کر دیا، وہ شخص اپنے ساتھیوں کے لیے نماز کی امامت کراتے تھے، اور سورہ اخلاص کے ساتھ اپنی تلاوت ختم کرتے تھے، جب وہ لوگ واپس آئے تو موضوع نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس نے کہا: سورہ اخلاص میں اللہ کی صفات کا بیان ہے، میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔"

دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا: "چونکہ تم اللہ کی صفات پسند کرتے ہو اس لیے جنتی ہو۔"

"عن معاذ بن أنس (رضي الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم): «مَنْ قَرَأَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَفِي رِوَايَةٍ: قَصْرًا" ترجمہ: معاذ بن انس نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس مرتبہ "قل هو الله احد" پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، اور دوسری روایت میں ہے کہ: اس کے لیے جنت میں ایک "محل" بنائے گا۔"

معلوماتی ملاحظہ

عالم اسلام کے مشہور مفسر امام فخر الرازی فرماتے ہیں: سورہ اخلاص خدا تعالیٰ کے بارے میں ہے، جیسا کہ سورہ کوثر نبی ﷺ کے بارے میں ہے، کیونکہ مشرکین کا نبی ﷺ پر طعنہ یہ تھا کہ: انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ "ابتر" ہے، آپ کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، ان کی نظر میں بیٹے کا نہ ہونا عیب تھا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا ہونا ایک عیب اور نقص تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر طعن کو سورہ کوثر میں رد کر دیا، اپنے حق میں کیے گئے طعن کو اس سورت میں رد فرمایا اس بنا پر یہاں فرمایا: "قل" کہو: تاکہ اپنے آپ سے اس طعن لعن دور کر دے، جب کہ سورہ کوثر میں قل نہیں کہا، بلکہ خود ہی براہ راست اپنے نبی سے اس طعن اور عیب کو رد کر دیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "«لَا أَحَدٌ أَصْبِرُ عَلَى أَدَى سَمْعِهِ مِنْ اللَّهِ، إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا، وَهُوَ يَرْزُقُهُمْ وَيَعْفِيهِمْ" ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے کہ جو تکلیف دہ بات سنے اور وہ یہ کہ انہوں

نے اللہ کا بیٹا قرار دیدیا، اس کے باوجود وہ اللہ انہیں رزق اور عافیت دیتا ہے۔

مجموعی طور پر سورہ اخلاص سے عقیدہ توحید اور یکتا پرستی کا اثبات ہوتا ہے، جس طرح سورہ کا فرون عقیدہ توحید اور خدا کے علاوہ کی عبادت کے درمیان کسی بھی قسم کے سمجھوتہ اور یکسانیت کو رد کرتی ہے۔"

سورہ اخلاص سے حاصل شدہ اسباق

- 1 - اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں اور صفات سے جاننا۔
- 2 - عقیدہ توحید اور نبوت پر استحکام اور تاکید۔
- 3 - اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کو باطل قرار دینا۔
- 4 - اس خدائے واحد لا شریک کی عبادت کا واجب ہونا، صرف وہی الوہیت والا ہے، اس کے سوا کسی کے پاس یہ صفت نہیں ہے۔

سورة الاخلاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۝۳ وَلَمْ يُولَدْ ۝۴ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

سورة الاخلاص کا تفسیر و ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱	کہہ دے وہ اللہ ایک ہے
اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲	اللہ ہی بے نیاز ہے
لَمْ يَلِدْ ۝۳ وَلَمْ يُولَدْ ۝۴	نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴	اور اس کا کوئی ہمسر نہیں

- 1 - سورہ اخلاص نے خدا کو اپنی ذات میں اکیلا قرار دیا ہے، "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"۔
- 2 - خدا کو مخلوق کی تمام ضروریات پورا کرنے کے واحد منبع کے طور پر متعارف کرایا ہے "اللّٰهُ الصَّمَدُ"۔
- 3 - کسی کا حصہ ہونا اور دوسری اشیاء سے وجود میں آنے کی تردید "لَمْ يَلِدْ ۝۳ وَلَمْ يُولَدْ ۝۴"۔
- 4 - اسے کسی بھی قسم کے شریک رکھنے سے پاک قرار دیا ہے، "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"۔

ملاحظہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ سورہ اخلاص چار "۴" آیات پر مشتمل ہے، سب سے پہلی آیت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت اور اس سے شرک کی نفی کرنے میں ہے، دوسری آیت خدا کے کمال کو ثابت کرنے اور اس کی ذات سے نقص اور عاجزی کی نفی میں ہے، تیسری آیت اللہ تعالیٰ کی ابدیت کو ثابت کرنے اور اس کی ہمیشگی اور اس سے بیوی بچوں کی نفی کے بارے میں ہے، چوتھی آیت بلند مرتبہ خالق کی عظمت اور شان کے بارے میں اور اس سے کسی قسم کی تشبیہ اور مثل کی نفی کے بارے میں ہے۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

احد: ایک، اکیلا، "الصَّهْدُ" ایسے اعلیٰ مقام و مرتبہ والا ہے جو مخلوق کی تمام ضرورتوں اور کاموں میں مسلسل توجہ دیتا ہے، جو بے مثال کمال اور خصوصیات سے بھرپور ہے۔

"صَمَدٌ" اس کا قصد کیا، اور اس پر اعتماد کیا، "لَمْ يَلِدْ" (ولد): کسی کو نہیں جنا، "لَمْ يُولَدْ": کسی سے نہیں جنا، "كُفُوًا": (کفء): اس جیسا، اس کے مقابل، اس کی طرح، تشبیہ اور نظیر، یعنی: خدا جیسا کوئی نہیں ہے، اور کوئی اس کے مشابہ، برابر، اور ساجھی نہیں ہے، (شوری: ۱۱، فرقان)

سورہ مبارکہ کی آیات کی تفسیر اور بیان

اس سورت میں خدا کی ذات کی وحدانیت اور اس کی طرف ہمارے وجود کی تمام ضروریات میں ہمارا رجوع اور یہ کہ اس کی ذات اور صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہے، اور یہ قرآنی توحید، صرف قرآن ہی کے لیے مخصوص ہے، اور اسلام کی تمام بنیادی تعلیمات (اصولی، فروغی اور اخلاقی) کی اسی کے مطابق منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ دونوں میں نازل ہوئی ہو، لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس کے سبب نزول میں جو روایات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ○	کہہ دے وہ اللہ ایک ہے
----------------------------	-----------------------

(قل: هو الله...) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دلجمعی کے ساتھ تیاری کی اور اس اہم اور ضروری معاملے کو تندہی سے شروع کیا، اور لوگوں کو شرک اور شکوک و شبہات سے پاک خالص توحید کی طرف بلایا اور انہیں یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے، یعنی: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے شجرہ نسب کی تفصیل پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کیسا ہے؟ انہیں بتاؤ: جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں، وہ اکیلا ہے، ایک ہے، اس کا کوئی شریک اور مثال نہیں ہے، یعنی اس کی پاک ذات میں کسی قسم کا تعدد اور تکثر نہیں، اور شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ بغیر شریک کے ہے، نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں کوئی شریک ہے، عسائیوں کے تصور تثلیث (باپ، بیٹا اور روح القدس) کی طرح نہیں، بلکہ وہ اکیلا اور یگانہ ہے۔

اور مشرکین کی رائے کے برعکس جو خداؤں کی کثرت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اکیلا ہے۔

آیت میں "هُوَ" کی ضمیر بات کی عظمت اور گہرائی کو ظاہر کرتی ہے: تاکہ مخاطب کھلی آنکھوں اور دل کے کانوں سے اس پر توجہ دے، اور اس کا مرجع، مکمل کمال اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، لفظ "احد" عدد اور گنتی کی نفی کرتا ہے، یعنی خدا کی ذات پاک کے علاوہ کوئی نہیں جو کائنات کو تھامے اور کائنات کو چلائے، اللہ تعالیٰ اپنی اعلیٰ صفات، کمال اور صمدیت کی انتہا میں ہے۔

"اللہ"، "الہ" کے اصل سے بمعنی معبود کے ہے، خدا کی ذات کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ کے دیگر نام جیسے: رحمان، رحیم، خالق اور قادر اس کی صفات اور افعال کی دلیل ہیں۔

سورہ اخلاص کے شروع میں خدا اپنے آپ کو "اللہ" کہتا ہے، اور پھر اپنی صفت "احد" بیان کرتا ہے، اللہ کی وحدانیت کی صفت لفظ "احد" کے ساتھ، جس میں مبالغے کا معنی واحد سے زیادہ پایا جاتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی وحدانیت حقیقت بسیط ہے، اس میں کسی امتزاج کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس وجہ سے واحد کی صفت، یعنی واحد کے لیے مرکب لفظ جیسے واحد قوم، واحد امت کا استعمال ہوتا ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خدا کی ذات جو اللہ سے موسوم ہے، ایسے معبود کے معنی میں ہے کہ بندے اس کے فہم سے عاجز اور حیران ہوں، کہ اس کی وحدت بسیط ہے، اس ذات کی وحدت کے بسیط ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا عقلی طور پر کوئی ثانی ہو، کیونکہ وحدت بسیط میں کمال مطلق کی ضرورت ہے، اور کمال مطلق میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی، کہ پھر اس میں دوسرا آجائے اور وہ اس کے وجود کا سبب بنے۔

اللہ الصمدُ ۲۰	اللہ ہی بے نیاز ہے
----------------	--------------------

اور وہ "اللہ الصمد" ہے، صمد: وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں کیوں وہ ان کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ "صمد" کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز ذات، آثار اور صفات میں اس کی محتاج ہے، اور وہ اللہ منتهی المقاصد ہے۔

مفسر آلوسی (۱۲۱۷-۱۲۷۰ ق) اپنی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن" میں تفسیر کرتے ہیں کہ: "صمد" وہ رب جس سے اوپر کوئی نہیں ہے، دوسرے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور لوگ اپنی ضروریات اور معاملات کے حل و فصل کے لیے اس کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

"صمد": صمود کے مادہ سے ہے، اس کا مطلب ہے کسی چیز کا ایسا بھر جانا کہ اس میں گنجائش ہی باقی نہ رہے، خدا صمد ہے، یعنی وہ بے نیازی سے

بھرپور ہے، خدا تعالیٰ کی ذات کو بے نیازی اور غنی نے گھیر رکھا ہے، اور اس میں کم سے کم حاجت کا بھی کوئی راستہ نہیں۔
"صمد" مفسرین کے مطابق دو معنی رکھتا ہے:

اول: بمعنی سخت کے ہے، ناقابلِ تسخیر اور نہ تبدیل ہونے والا۔
دوم: بمعنی پناہ اور لوٹنے کی جگہ جو دوسروں کو درکار ہے، اور وہ لوگوں سے بے نیاز ہے درحقیقت دونوں معنی کامل کمال کے ساتھ بیان کیے جاسکتے ہیں کہ اس میں کسی تبدیلی یا تغیر کی ضرورت نہیں ہے، وہ جو چاہے کرسکے اور وہ قادر مطلق ہے، اس لیے اس کے علاوہ دوسرے اس کے محتاج ہیں، اور ان کا قائم رہنا اس کی ذات پر منحصر ہے، پس خدا کے وجود کا تصور انسان کے جیسے کہ: کھائے، پیئے اور پہنے جیسا کہ بعض مذاہب نے اس طرح کہا ہے باطل ہے، اور خدا کی ذات اور صفات کو انسان کی ذات اور صفات کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: "صمد" وہ رب اور مالک ہے جو اپنی بادشاہت میں کمال کو پہنچ گیا ہو، ایسا قابلِ عزت کہ شان میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا عظیم ہے جو اپنی عظمت میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا حلیم کہ اپنی حلم اور بردباری میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا غنی جو اپنی غنا میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا حکیم جو اپنی حکمت میں کمال کو پہنچا ہو، "صمد" ایک ایسی صفت ہے جس کا اس کے سوا کوئی مستحق نہیں، نہ کوئی اس کے برابر ہے۔
 زجاج کہتے ہیں: "صمد" وہ رب اور حاکم ہے جس کی حاکمیت ہو اور اس سے اوپر کوئی رب اور حاکم نہ ہو۔

مجموعی طور پر یہ کہنا چاہیے کہ: "صَمَدِيَّتٌ" رب تعالیٰ کی ہرچیز سے بے نیازی ہر چیز سے اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو اولاد اور ماں باپ کی ضرورت نہیں ہے۔

مشرکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ: وہ اس بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ محض وہم و گمان کے سوا کچھ نہیں ہے، اور خالق کی ذات پاک ہے ہر قسم کے بہتان اور غیر منصفانہ تقابل اور برابری سے قرآن کی بہت سی آیات ہیں جو اس سورت کی تصدیق کرتی ہیں: "بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ اَنۡىٰ يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ

تَكُنْ لَهٗ صَاحِبَةً ۝ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۝ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۰۱" (انعام: ۱۰۱) ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسی ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں، اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہرچیز پر خوب عالم ہے۔

"اللہ الصمد" کے بارے میں تمام مفسرین کی تفسیر

ذیل میں دیگر مفسرین کی تشریحات سے لفظ "اللہ الصمد" کے بارے میں

محترم قارئین کے لیے مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں:
 علی کریمہ اللہ وجہہ، عکرمہ اور کعب احبار کہتے ہیں: "صمد وہ ذات ہے
 جس سے بالاتر کوئی نہ ہو"

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور ابو وائل بن شقیق
 بن سلمہ: "ایک سردار جس کی سیادت مکمل ہو اور عروج و انتہا کو
 پہنچ چکی ہو۔"

ابن عباس کا دوسرا قول: "صمد وہ ہے جو اپنے سیادت میں، اپنی شرف
 میں، اپنی عظمت میں، اپنے حلم و برد و باری میں، رواداری، علم اور حکمت
 میں کامل ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: صمد وہ سب سے بے نیاز ہو، اور سب اس
 کے محتاج ہوں، عکرمہ کا دوسرے قول ہے کہ: وہ ذات ہے جس سے نہ
 کوئی چیز نکلی ہو، اور نہ نکلتی ہو" وہ جو نہ کھاتا اور نہ پیتا ہو" اس
 کے ہم معنی اقوال شعبی اور محمد بن کعب القرظی سے بھی منقول ہیں۔
 مفسر سدی کہتے ہیں: مطلوب چیزیں حاصل کرنے کے لیے لوگ جس کا
 قصد کریں، اور مصائب میں مدد کے لیے جس کی طرف رجوع کریں۔

سعید بن جبیر نے کہا: "وہ جو اپنی تمام صفات اور اعمال میں کامل ہو۔"
 ربیع بن انس نے فرمایا: "جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو"، مقاتل بن حیان نے کہا
 ہے: "وہ جو بے عیب ہو"، ابن کیسان نے کہا: "وہ جس کی صفت سے کوئی
 دوسرا متصف نہ ہو" حسن بصری اور قتادہ نے کہا: "وہ جو باقی رہنے والا
 اور لا زوال ہو" اس سے ملتے جلتے اقوال مجاہد، معمر، مرہ الہمدانی سے
 بھی منقول ہیں۔

مرہ الہمدانی کا ایک اور قول یہ ہے کہ: صمد وہ ہے جو مرضی کے
 مطابق جو چاہے فیصلہ کرے، اور جو کام چاہے کرے، اور اس کے حکم
 اور فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہ ہو، ابراہیم نخعی کہتے ہیں:
 "وہ جس سے لوگ

اپنی حاجتوں کے لیے رجوع کریں۔

ابو بکر الانباری: اہل لغت میں اختلاف نہیں ہے کہ: "صمد اس سردار کو کہتے
 ہیں جس سے بالاتر کوئی سردار نہ ہو، جس کی طرف لوگ اپنی حاجات
 اور اپنے معاملات میں رجوع کریں۔"

الزجاج کا قول بھی اسی کے قریب ہے، وہ کہتے ہیں: "صمد وہ ہے جس
 پر سرداری ختم ہوگئی ہو، اور ہر کوئی اپنی ضرورت کے لیے اس کی
 طرف رجوع کرتا ہو۔ (ازتفہیم القرآن)

لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝	نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جناگیا
--------------------------------	---

یعنی: اس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ کوئی بھی اس کی مجانست اور مشارکت نہیں رکھتا کہ اس نے اپنی جنس سے بیوی بنالی ہو، -والعباد باللہ- کہ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ہوں، نیز ولادت فنا کی علامت ہے، کیونکہ پیدائش اور تولید اس لیے ہوتی ہے کہ کسی چیز کی جنس اس کے والدین کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے، جبکہ ماضی اور مستقبل میں خدا کا کوئی باپ نہیں ہے کہ اس کی طرف نسبت کی جائے، اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے کہ اس کی طرف نسبت کی جائے۔

خدا تعالیٰ اپنی ذات کے بارے میں کہتا ہے: ایسا تصور کرنا باطل ہے، کہ اللہ جنتا ہے، اور جنا جاتا ہے، بلکہ اس کا وجود ہمیشہ سے ہے اور رہے گا، نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، تمام موجودات اس کی ہے، اور اس کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ عرب کے مشرکوں نے کہا: فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، یہودیوں نے کہا: عزیر خدا کا بیٹا ہے، اور عیسائیوں نے کہا: مسیح خدا کا بیٹا ہے، تو خدا تعالیٰ نے ان سب کی تردید کی، اور فرمایا: "لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ" نہ اس نے کسی کو جنا ہے، اور نہ ہی خود کسی سے جنا گیا ہے "

مخلوقات کے ساتھ خدا کا تعلق پیدائش نہیں، تخلیق کا ہے، وہ تمام موجودات کو پیدا فرماتا ہے، یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے، نا کہ وہ خود جنے، کیونکہ بچہ والدین کے جنس سے ہوتا ہے، درحقیقت ان کے وجود کا حصہ ہوتا ہے، جبکہ کوئی بھی چیز خدا کی جنس سے یا اس کے حصے سے نہیں ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝	اور اس کا کوئی ہمسر نہیں
-------------------------------------	--------------------------

یعنی: کوئی اس کے برابر، اس جیسا اور اس کی شریک نہیں ہے، کسی بھی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے،

اس آیت مبارکہ میں: "احد" کی قید سے عقیدہ ثنویت کی تردید ہے، نیز یہ ان لوگوں کے قول کی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی اور خالق ہے، کیونکہ اگر دوسرا خالق ہوتا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ ضرورتوں اور حاجات میں یکتا مرجع و مقصود نہ ہوتا۔

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں کہ: اصل میں لفظ کفو استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں نظیر، مشابہ، مماثل، ہم مرتبہ، مساوی، ہماری زبان میں نکاح کے معاملہ میں بھی لفظ کفو کا استعمال ہوتا ہے، اور اس سے

مقصود یہ ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی معاشرتی حیثیت سے برابر کا جوڑ ہوں ، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے ، نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہوسکتا ہے، جو اللہ کے مانند، یا اس کا ہم مرتبہ ہو، یا جو اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اس سے کسی درجہ میں بھی مشابہت رکھتا ہو۔

آیت کریمہ: "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ: نہ ذات میں، نہ صفات اور نہ افعال میں کوئی چیز نہ کوئی آدمی اللہ کے مثابہ ہے، اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے کہ دنیا کے امور میں اس کا شریک ہوسکے۔

مفسر ابن کثیر کہتے ہیں کہ: یعنی وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے، پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے، ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے، مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا۔

وہ کہتا ہے کہ: جس طرح اولاً اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹا ئے گا، حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی، جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں اکیلا ہوں، میں ایک ہی ہوں، میں صمد ہوں، نہ میری اولاد ہے، نہ میرے ماں باپ ہیں، نہ مجھ جیسا کوئی ہے۔

بعض مسلم محققین نے شرک کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں، جن کی خدا نے سورہ اخلاص میں نفی کی ہے۔

پہلا اور دوسرا: شرک خدا کی ذات کثرت اور دو ہونے کا شرک ہے، جس کے بارے میں خدا نے فرمایا: "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"، تیسرا اور چوتھا تبدیلیاں اور نقائص ہیں، جن کی خدا نے آیت "اللہ الصمد" کے ساتھ نفی کی، پانچواں اور چھٹا معاملوں اور ناقص ہونے کی علت جس کی اللہ نے آیت "لم یلد ولم یولد" کے ساتھ نفی کی، ساتواں اور آٹھواں امثال اور اضداد ہیں جن کی نفی اللہ تعالیٰ نے "ولم یکن لہ کفو احد" کے ساتھ کی، لہذا خدا کی وحدانیت کا تصور، تنہا، ازلی اور ابدی ذات کے لیے کیا جاسکتا ہے۔

سورة الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے

بعض لوگ ان کا خیال ہے کہ صرف الحمد للہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ

پڑھنے سے پورا قرآن پاک ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے، تو پورا قرآن ختم کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ صرف ان سورتوں کی تلاوت کا ثواب پورے قرآن پاک کی تلاوت کے برابر ہے۔

اس کے جواب میں ان محترم دوستوں کو مطلع کرنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے پر قرآن ختم کرنے کا ثواب ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ: سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) يَعِدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. وَفِي رِوَايَةٍ «إِنَّ اللَّهَ جَزَأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ». (صحیح مسلم)۔"

ترجمہ: "کیا تم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: "سورہ اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے۔"

"وَفِي رِوَايَةٍ «إِنَّ اللَّهَ جَزَأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ" (صحیح مسلم) ترجمہ: ایک اور روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور سورہ اخلاص قرآن کریم کے تین حصوں میں سے ایک ہے۔

علمائے اسلام نے کہا ہے کہ: اس لیے کہ پورا قرآن کریم ان اصولوں کی وضاحت اور بیان ہے جو اس سورت میں مختصراً ذکر کیے گئے ہیں، اور اس لیے بھی کہ اسلامی قانون کے عمومی اور کلی اصول تین چیزیں ہیں: توحید، حدود و احکام اور اعمال کا بیان، اور یہ سورت ہی صرف خدا کی توحید اور اس کے تقدیس کی ذمہ داری لیتی ہے۔ (انوار القرآن)

لیکن ممکن ہے کوئی کہے: اگر سورہ اخلاص کی تلاوت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، تو پھر اس کی تین بار تلاوت کرنے سے پورے قرآن کا ثواب ملنا چاہیے، اس لیے دوسری سورتوں کی تلاوت کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہوگی!

اس بارے میں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کریں:

سوال: اگر سورہ اخلاص کی تین بار تلاوت قرآن کی تلاوت کے برابر ہے، تو کیا اگر کوئی مسلمان قرآن کی تلاوت چھوڑ دے اور صرف اسی سورت کی تلاوت کرے تو وہ گنہگار ہوگا؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: "الدين النصيحة" یعنی: دین خیر خواہی کا نام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کن کے لیے نصیحت ہے؟ فرمایا: "لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم" اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولوں کے لیے، مسلم حکمرانوں کے لیے، اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔

خدا کی کتاب کے لیے خیر خواہی: اس کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات پر غور و فکر کرنے اور اس کے مواعظ سے نصیحت لینے اور خدا کے احکام کی تعمیل کرنے اور اس کے منع کردہ چیزوں سے بچنے اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم کی دوسرے سورتوں کو پڑھے بغیر صرف سورہ اخلاص کو پڑھنا خدا کی کتاب کی خیر خواہی کے مطابق نہیں، اور جو شخص باقی قرآن چھوڑ کر صرف اس سورت کو پڑھتا ہے وہ نصیحت حاصل نہیں کر سکتا اور اپنا ایمان نہیں بڑھا سکتا، اور حلال و حرام کے احکام سے، اور واجب، مسنون، مکروہ سے واقفیت حاصل نہیں کر سکتے گا، قرآنی آداب و اخلاق سے مزین نہیں ہو سکتا، ان معاملات میں ایک مسلمان کو کوتاہی کرنا قرآن کی تلاوت ترک کرنے کی سزا کے لیے کافی ہے، (یعنی جو شخص قرآن کی تلاوت کو ترک کر دے گا، اور ان چیزوں سے محروم رہے، وہ خود کو ملامت کا مستحق ٹھہرائے گا) اور پیغمبرؐ باوجود اس کے کہ اس سورت کی فضیلت کو جانتے تھے کہ قرآن کریم کی ایک تہائی کے برابر ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، بلاشبہ اجر و ثواب کمانے میں ہم سے زیادہ حریص اور اس کا شوق رکھتے تھے، مگر وہ صرف اس سورت کی تلاوت کو کافی نہیں سمجھتے تھے، وہ صرف اس سورت کی تلاوت پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ قرآن کریم کی دوسرے سورتوں کی بھی تلاوت کرتے تھے، اور اس پر مداومت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب: ۲۱) ترجمہ: "یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور

طرز عمل تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے" (فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۲۹/۶-۳۰)

شیخ عبد الرزاق عقیقی، شیخ عبد اللہ بن غدیان، جیسا کہ افتا کے مستقل لجنہ کے فتویٰ میں مذکور ہے: کہ رسول اللہ ﷺ صرف سورہ اخلاص کے پڑھنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، اور آپ ﷺ کبھی اپنے صحابہ کو یہ نہیں فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت اور ختم کرنے کے بجائے صرف تین مرتبہ سورہ

اخلاص پڑھیں، ہمیں بھی سیرت اور سنت نبوی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی تابع داری کرنی چاہیے اور قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی تلاوت سے (جس میں سے ہر ایک خطبات، نصحیتوں اور شرعی قواعد و احکام پر مشتمل ہے) خود کو محروم نہ کریں، تاکہ خدائے بزرگ و برتر ہمارے دلوں کو نور ہدایت سے بھر دے، اور خدا کی آیات کو جان کر اس کا سیدھا راستہ ہم پالیں اور اس پر چلیں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يَقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِذَا دَخَلَ الْجُمُعَةَ أَقْرَأْ وَارْقُ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرْتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنَزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا" ترجمہ: صاحب قرآن سے کہا جائے گا پڑھتا اور چڑھتا جا، اور ویسے ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ پڑھ، پس تیری منزل وہ ہوگی جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی "امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور (صحیح سنن ابی داؤد) لہذا جو شخص قرآن کی زیادہ سورتیں یاد کر کے تلاوت کرے گا، قیامت کے دن اس کا درجہ بلند ہوگا، لیکن جو صرف ایک سورت کے یاد کرنے اور تلاوت کرنے پر اکتفا کرے گا وہ اس فضل سے محروم ہوگا، اس کے علاوہ بہت سے قرآنی علوم سے بھی محروم رہے گا۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأَثْرَجَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرِّيحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحُنْظَلَةِ، لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ.. صحیح بخاری و مسلم۔"

"اس مؤمن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو سنگترے جیسی ہے، اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی، لیکن مزہ میٹھا ہوتا ہے، اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو، ریحانہ (پھول) جیسی ہے، جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے، لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے۔"

لہذا جو شخص خدا کی کتاب کی زیادہ تلاوت کرتا ہے، اس کے علم و معرفت میں خدا کے شریعت کے بارے میں اضافہ ہوتا ہے اس کے اعمال میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور ہدایت کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ ایک اہم نکتہ جس پر غور کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ (جزاء) اور (اجزاء) میں فرق ہے، "جزاء": یعنی وہ انعام جو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت

اور اطاعت کی بنا پر دیتا ہے، اور "اجزاء": کسی چیز کا دوسرے کی جگہ کافی ہونا، اور اس سے بے نیاز ہوجانا۔
یہ ٹھیک ہے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے، (جزء قراءۃ ثلث القرآن)

لیکن یہ ایک تہائی قرآن کے پڑھنے کے قائم مقام نہیں ہوتا اور اس کی تلاوت کی ضرورت کو ختم نہیں کرتا (لا تجزء عن ثلث القرآن)۔

لہذا مثال کے طور پر اگر کوئی بندہ نذر مانے کہ قرآن کا ایک تہائی تلاوت کرے، تو وہ صرف سورہ اخلاص کی تلاوت سے اپنی نذر پوری نہیں کر سکتا، کیونکہ سورہ اخلاص ثواب اور بدلے میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، نہ کہ اجزاء اور تلاوت کے اعتبار سے۔

یا مثلاً جو شخص اپنی نماز میں تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے تو اس کے تین مرتبہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی جگہ نہیں لیتی حالانکہ اسے پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، لیکن پھر بھی اس پر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اس لیے کی سورہ اخلاص نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

سورہ اخلاص کی فضیلت کو سمجھنے کے لیے ایک اور سادہ سی مثال

صحیح احادیث میں سورہ اخلاص کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے اس کو سمجھنے کے لیے ایک اور سادہ مثال یہ ہے کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب دوسری مساجد کے مقابلے میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، تو کیا کوئی اس حدیث کا مطلب یہ لے سکتا ہے کہ: دسیوں سال تک نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں؟ کیونکہ مسجد الحرام میں ایک نماز کا پڑھنا ایک لاکھ نماز پڑھنے کے برابر ہے، تو پھر اگر ایک نماز مسجد الحرام میں پڑھی جائے تو اور نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

حالانکہ اس حدیث سے کوئی بھی اس طرح کا مفہوم نہیں لے سکتا، بلکہ اس طرح سمجھے گا کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، لہذا وہ کوشش کرے گا کہ اس میں نماز پڑھے، لیکن اپنی نمازیں ترک نہیں کریے گا۔

سورہ اخلاص کی تلاوت بھی ایسی ہی ہے، یعنی: کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ: سورہ اخلاص کی تین بار تلاوت کرنا پورے قرآن کی تلاوت کی ضرورت کو ختم کر دیتا ہے، اس لیے کہ اس کی ہر بار تلاوت سے ایک تہائی قرآن کا ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اس کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ

اس چھوٹی سی سورت کی تلاوت کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اس کی تلاوت میں رغبت رکھے اور ہر رات اس کی تلاوت کرے تاکہ اسے زیادہ اجر و ثواب ملے، یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و احسان ہے کہ آسان سی عبادت ہمارے لیے قیمتی بنائی ہے۔ - واللہ الحمد۔ -

لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن اور اس کی سورتوں کی تلاوت اور حفظ کرنے میں کوشش اور جدوجہد کرے، سستی اور کاہلی سے پرہیز کرے، اگر فرض کیا جائے کہ تمام مسلمان قرآن کی بجائے صرف تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ لیں تو اس صورت میں قرآن کریم مہجور (متروک) ہوگا، یقیناً شارع حکیم اور پیغمبر ﷺ کا مقصد قرآن کو ترک کرنا ہر گز نہیں تھا۔ اور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے بارے میں قرآن کو چھوڑنے کی شکایت کریں گے: "وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝۳۰" (فرقان: ۳۰)

ترجمہ: "اور رسول کہے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا رکھا"

سورہ اخلاص سے علاج

اس میں کوئی شک نہیں کہ پورا قرآن کریم بیماریوں کے علاج کا کار گرنسخہ سمجھا جاتا ہے، قرآن عظیم وحی الہی، دین، عقیدہ اور توحید کی کتاب ہے، اور معاشرتی امراض کے علاج کا ایک مکمل نسخہ ہے، حکمت، بشارت، تبلیغ اور ہدایت اور مجموعی طور پر یہ حیات اور زندگی کی کتاب ہے، اور یہ دنیا و آخرت کے کمالات اور اعلیٰ انسانی اور روحانی معراج کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

قرآن عظیم انسانی معاشروں کو بچانے اور زندگیوں کی اصلاح کے لیے ایک بے مثال اور شفا بخش نسخہ ہے، اور یہ سب سے مستحکم راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے، "إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّيْلِ هِيَ أَقْوَمٌ" (سورہ اسراء آیت: ۹)

ترجمہ: "یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے" اگر قرآن گذشتہ ۱۶ صدیوں کی کتاب ہے، تو یہ اس دور اور آنے والے دور کی کتاب بھی ہے، اور اس کا احترام یہ ہے کہ اس کے احکام اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

قرآن ان لوگوں کے لیے شفاء ہے جو ایمان لائے ہوں اور ظالمین میں سے نہ ہوں، یقیناً سننے والے کے ایمان کی سطح بھی قرآن کریم سے سکون حاصل کرنے کی مقدار میں بہت کار آمد ہے، جبکہ اس پر عدم ایمان الثا نتیجہ دیتا ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝۲" (سورہ انفال: ۲) ترجمہ: "مؤمن تو وہ ہیں جب خدا

کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔"

اور دوسری طرف جو لوگ خدا کو نہیں مانتے انہیں آیات سننے سے کوئی فائدہ اور سکون نہیں ملے گا اور ایمان میں اضافہ بھی نہیں ہوگا، "وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُرَّةً فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا؟ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" (سورہ توبہ: ۱۲۴) ترجمہ: "اور جب کوئی سورت نازل ہوتی

ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے ہیں اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان لانے والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔"

سورہ اخلاص اور معوذتین (فلق، ناس)، فاتحہ اور دیگر قرآنی سورتوں کا بیماروں پر پڑھنا دعاؤں میں سے ایک ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے، اور صحابہ کرام نے جب یہ کام کیا تو آپ نے ان کی تصدیق کی، بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری کے دوران جس کی وجہ سے آپ رحلت فرما گئے سورہ اخلاص اور معوذتین کی اپنے اوپر تلاوت فرماتے، حضرت بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ جاتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورتیں نہیں پڑھ سکتے تھے تو میں پڑھ کر آپ پر دم کر لیتی، اور ان کے دست مبارک کو ان کے جسم پر پھیر لیتی، معمر کہتے ہیں کہ: میں نے امام زہری سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح دم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر ملتے تھے، (بخاری (5735)، (2276) مسلم (2192)۔

امام بخاری ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پڑاؤ ڈالا، انہوں نے اصحاب کرام کی مہمان نوازی نہیں کی، اسی دور ان قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، انہوں نے اصحاب کرام سے کہا: تمہارے پاس کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے؟ کہا کہ: تم لوگوں نے ہماری میزبانی نہیں کی، جب تک تم لوگ ہمارے لیے کوئی اجرت مقرر نہیں کرو گے تو ہم دم نہیں کریں گے، تو پھر انہوں نے اجرت کے طور پر کئی بکریاں مقرر کیں، تو صحابہ میں سے ایک نے سورہ فاتحہ پڑھ کر لعاب دہن کے ساتھ بیمار پر پھونک دیا تو وہ تندرست ہو گیا، تو انہوں نے اس کے بدلے بکریاں دیں، اصحاب کرام نے کہا: ہم اسے استعمال نہیں کریں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے نہ پوچھیں، جب یہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ ہنسنے اور فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور مجھے بھی اس میں حصہ دو، (بخاری: ۵۷۳۶، مسلم: ۲۲۰۱)

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں اپنے اوپر کچھ سورتیں پڑھتے تھے، اور دوسری سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے عمل کی تصدیق کی۔

رقی کیا ہے؟

رقی، رقیہ کی جمع ہے، اور اس کا مطلب ہے شفاء اور صحت حاصل کرنے کے لیے کسی چیز پر پڑھنا اور اس پر دم کرنا، اس سے فرق نہیں پڑتا کہ قرآن کریم سے ہو یا رسول اللہ ﷺ کی مسنون دعاؤں سے، عوف بن مالک سے روایت ہے انہوں نے کہا: "كُنَّا نَرُقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ

اعْرِضُوا عَلَي رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقِيِّ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ" (صحيح مسلم: ۲۲۰۰)

ترجمہ: "زمانہ جاہلیت میں ہم دم کیا کرتے تھے، اور ہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اسے کیسے دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے دم بیان کرو، جب تک اس میں شرک نہ ہو کوئی حرج نہیں۔"

انس بن مالک سے روایت ہے انہوں نے کہا: "رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقِيَّةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ" (صحيح مسلم: ۲۱۹۶) ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے نظر بد، زہریلے ڈنگ اور جلد پر نکلنے والے دانوں میں دم کرنے کی اجازت دی۔"

"الْعَيْن" سے مراد وہ ہے جو خدا کے حکم سے اپنی آنکھوں سے کسی کو نقصان پہنچائے، "الْحُمَةُ" زہر ہے، وہ تمام چیزیں جن میں زہر ہو، جیسے: سانپ، بچھو وغیرہ یا ان کے جیسے کے لیے دم کی اجازت دی گئی ہے، "النَّمْلَةُ" ایسا زخم جو پہلو سے نکلتا ہے۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيُفْعَلْ" (صحيح مسلم: ۲۱۹۹) ترجمہ: "جو کوئی بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو وہ کرے"

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى مِنْ آدَمِ بَشَرٍ مَسَحَهُ بِمِيزِنَتِهِ ثُمَّ قَالَ أَذْهَبِ الْبَأْسَ رَبِّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ

شَفَاءٌ لَا يَغَادِرُ سَقَمًا" (صحيح بخاری: ۵۷۴۳) (صحيح مسلم: ۲۱۹۱)

ترجمہ: "جب ہم میں سے کوئی نبی ﷺ کو اپنے درد کی شکایت کرتا تو آپ اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! لوگوں کے پالنے والے! تکلیف کو دور کر دے اسے شفا دے دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفاء دے کہ کسی قسم کی بیماری نہ رہ جائے۔"

اس کے شروط

دم کے صحیح اور درست ہونے کے لیے کچھ شروط ضروری ہیں: سب سے پہلے: اسے یہ یقین نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ دم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اسے فائدہ دے گا، اگر اسے یقین ہو کہ خدا کی اجازت کے بغیر یہ بذات خود اسے فائدہ پہنچائے گا تو یہ حرام ہے، بلکہ یہ شرک ہے، اسے یقین ہونا چاہیے کہ وہ دم خدا کی اجازت کے بغیر کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ: کسی ایسی چیز کے ساتھ نہ ہو جو شریعت کے خلاف ہو، جیسے کہ دعا کا مواد خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے درخواست یا جنات یا اس سے ملتی جلتی چیزوں سے درخواست ہو، اگر ایسا ہو تو حرام ہے، بلکہ شرک ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ: اس کا ایک واضح تصور اور مفہوم ہو، اگر یہ طلسم یا جادو کی قسم کا ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہے، امام مالک سے پوچھا گیا کہ آدمی دم کر سکتا ہے؟ اور اس کے ذریعے سے دعا مانگ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا: اگر کلام پاک کے ساتھ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ممنوع رقیہ:

تمام وہ تعویذ جن میں مذکورہ بالا شرائط نہ ہوں جیسا کہ تعویذ کرنے والا یا جس کے لیے تعویذ کیا جاتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ تعویذ بذات خود فائدہ پہنچاتا ہے اور اثر کرتا ہے یا مشرکانہ الفاظ اور کفریہ وسیلوں کے ساتھ اور بدعی الفاظ یا اس جیسے ہوں یا سمجھ میں نہ آنے والے الفاظ کے ساتھ یا جادو جیسی چیزوں کے ساتھ ہو تو حرام اور ممنوع ہے۔

رقیہ سے علاج بہتر ہے یا ڈاکٹر کے پاس جانا

سب سے پہلے: سنت نبوی ﷺ میں بیماری کے مداوا اور علاج کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تداووا فإن الله عز وجل لم يَضَعْ داءً إلا وَضَعَ له دواءً غير داءٍ واحدٍ أَلْهَمَ" (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ)۔

ترجمہ: "یعنی اپنے مریضوں کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی

تکلیف یا بیماری نہیں رکھی ہے سوائے اس کے کہ اس نے اس کا علاج بھی رکھا ہے، سوائے ایک درد کے اور وہ ہے بڑھاپا۔"

امام احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ: "تداووا عباد اللہ، فإن اللہ عزوجل لم یُنزل داءً ألا أنزل معه شفاءً إلا الموت والهرم" ترجمہ: یعنی: "اے خدا کے بندو! اپنی بیماریوں کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی، مگر یہ کہ اس کے ساتھ شفاء بھی بھیجی ہے، سوائے موت اور بڑھاپے کے"

اور پھر امام احمد کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: "فإن اللہ لم یُنزل داءً إلا أنزل له شفاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهَلَهُ مَنْ جَهَلَهُ" یعنی: "اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں بھیجی ہے مگر یہ اس کے لیے شفاء بھی بھیجی ہے، بعض نے اس علاج کو سمجھا ہے اور بعض نے نہیں سمجھا ہے"

دوسری بات یہ ہے کہ: کائنات میں خدا تعالیٰ کا نظام ہے، یعنی: اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کے انجام دہی کے لیے ایک سبب رکھا ہے۔

البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی سبب کے کسی چیز کو نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ خود اسباب بھی تو خدا کی مخلوقات میں سے ہیں، یہ لازم ہے کہ خود سبب کو بھی اللہ تعالیٰ تخلیق کر لے، اس بنا پر جو شخص رزق چاہتا ہے اسے اس کے لیے اسباب مہیا کرنا ہوں گے، اور اس کے اسباب بھی حلال رزق تلاش کرنے کی کوشش ہے، جب بھی کوئی شخص کو کوشش کرے گا تو اللہ اپنے اصولوں کے مطابق اسے رزق دے گا، جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری کے علاج کے لیے ایک ذریعہ رکھا ہے، جب تک بیمار اس ذریعہ کو استعمال نہ کرے اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون اس بات پر مبنی ہے، کہ جب تک حرکت نہ ہو نتیجہ نہیں آئے گا۔

البتہ یہ امر لازمی نہیں ہے، یعنی ہر گز ایسا نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اسباب اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی مطلوبہ نتائج پر قادر نہیں ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مریم بنت عمران محراب میں عبادت کرتی تھیں، رزق اور روزی حاصل کرنے کی کوشش کیے بغیر، اللہ تعالیٰ اس کا رزق و روزی پہنچاتا تھا۔

"فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ

حِسَابٍ" (سورہ آل عمران: ۳۷)

ترجمہ: "پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھے نشوونما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنا دیا، جب کبھی زکریا اس کے پاس عبادت خانے میں داخل ہوتا، اس کے پاس کوئی نہ کھانے کی چیز پاتا، کہا اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے"

اس لیے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ صرف ارادہ کرے اور وہ کام ہو جائے: "بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" (سورہ بقرہ: ۱۱۷)

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف یہی کہتا ہے کہ ہو جاؤ تو وہ ہو جاتا ہے" اس کے باوجود اللہ نے ایسا فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس کا بندہ جدوجہد اور کوشش نہ کرے تو مطلوبہ نتیجہ اسے نہیں دے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔

لیکن بعض اوقات اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کے مطابق ایسا فیصلہ کرتا ہے کہ اگرچہ انسان نے اسباب اختیار کیے ہوں لیکن پھر بھی اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکے، یہ موقع ہے کہ کہتے ہیں: خدا کی حکمت عام رواج کے خلاف قائم ہو گئی۔

مثال کے طور پر ایک شخص بیمار ہے، اسے چاہیے کہ اپنی بیماری کے علاج کے لیے مروجہ طریقے استعمال کرے، یہ نہیں کہ وہ گھر میں بیٹھے اور کوئی کام نہ کرے، کیونکہ اس کی شفا یا بی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو اسباب مہیا کیے ہیں (مثلاً: ڈاکٹر، دوا، دعا وغیرہ) اسے استعمال کرے، بعد اس کے ایک بیمار شخص اپنی بیماری کے علاج کے لیے تمام ضروری اور جائز ذرائع استعمال کرتا ہے، اس کی کوششوں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ چاہے تو ان اسباب کو اس کے شفاء کا ذریعہ بنا دیتا ہے، اور اس کی بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے۔

اگر اللہ نے نہیں چاہا، اگرچہ اس نے اسباب کا استعمال کیا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہماری مرضی کے خلاف تھی، اس لیے نتیجہ وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، کیونکہ اللہ کی حکمت اسی پر قرار پاتی ہے، چونکہ ہم اللہ کے ارادے کو نہیں جانتے، کیونکہ ہمارا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے، پس ہمیں یہ منفی سوچ نہیں رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بہتر ہو جائیں

گے، اگر نہیں چاہا تو ہم ٹھیک نہیں ہوں گے، اس لیے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، یا ہم کچھ بھی نہ کریں، ضروری اور جائز اسباب کو استعمال نہ کریں کیونکہ ہمیں معلوم نہیں، جانتے نہیں کہ خدا نے کیا چاہا ہے، شاید اگر ہم اسباب استعمال کرتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں شفاء دے دیتا۔ اس لیے چونکہ کائنات میں اسباب اور مسببات کا نظام قائم ہے، اگر کوئی حرکت وقوع پذیر نہ ہو تو برکت بھی حاصل نہیں ہوگی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کچھ اور چاہے۔

حسن اختتام

یہ سورت عقیدہ توحید اور اسلام میں یکتا پرستی کو ثابت کرتی ہے، اور اس کی وضاحت کرتی ہے، جس طرح سورہ کافروں عقیدہ توحید او شرک کے عقیدہ کے درمیان ہر قسم کی یکسانیت اور سمجھوتے کی نفی کرتی ہے، دونوں سورتوں میں سے ہر ایک الگ الگ طریقے سے یکتا پرستی اور توحید کی حقیقت کا جائزہ لیتی ہے، اور اس کو بیان کرتی ہے، پیغمبر ﷺ صبح کی نماز میں اس کی تلاوت سے اپنے دن کا آغاز فرماتے تھے، اس آغاز کا اپنا ایک خاص مطلب تھا۔

امام غزالی "جواہر القرآن" میں فرماتے ہیں: قرآن میں "خدا شناسی" "آخرت کو جاننا اور سمجھنا" "سیدھے راستے کا جاننا" ضروری ہے، جن کا نام "معارف سہ گانہ" ہے، تمام چیزیں ان کے تابع ہیں، اور سورہ اخلاص بھی ان میں شامل ہے، یعنی: "خدا شناسی" ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمیں توحید کے خالص چشمے سے سیراب کر، اور ہمیں شرک سے محفوظ رکھ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**